فروعی اختلاف باعثِ رحمت ہے

(علامہ غلام نصیر الدین چشتی)

قسطِ دوم

سبب ثانی: عدم الاطلاع علی الحدیث

یہ امر تو ظاہر ہے کہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین رسول اللہ ﷺ کی سنت اور آپ کے اقوال و افعال پر مطلع ہونے اور اس سے آگہی کے سلسلہ میں یکساں اور برابر درجہ پر نہ تھے۔ بلکہ اس میں ان کے مختلف اور متفاوت درجات تھے۔ حتیٰ کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فقط ایک یا دو حدیثوں پر مطلع ہوئے جسکی وجہ اور سبب یہ تھا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کوئی بات بیان فرماتے یا کوئی کام کرتے یا فتویٰ دیتے تو جو صحابی خدمت اقدس ﷺ میں حاضر ہوتے وہ آپ کی حدیث مبارک اور گفتگو سن لیتے یا آپ کو کام کرتے ہوئے دیکھتے' اور پھر اسکے آگے تبلیغ کرتے اور آپ کے اقوال و افعال کو جہاں تک ممکن ہوتا دوسروں تک پہنچانے کا فریضہ سرانجام دیتے تھے اور کسی دوسرے موقع پر جب آپ حدیث بیان کرتے یا فتویٰ دیتے یا کوئی کام کرتے تو بعض وہ صحابہ کرام حاضر بارگاہ اقدس ہوتے جو پہلی مجلس میں حاضر نہ تھے۔ اب انہوں نے جو کچھ زبان رسالت سے سنا اور آپ کو کوئی کام کرتے دیکھا وہ مثلاً پہلوں نے نہیں دیکھا یا سنا تھا اور پھر یہ حاضرین غائبین تک جس قدر ممکن ہوتا اس کا ابلاغ کرتے اس طرح انکے پاس بعض ایسی باتوں کا علم ہوتا جو دوسروں کے پاس نہ تھا اور انکے پاس جو بعض معلومات بہم پہنچی ہوتیں ان سے یہ آگاہ نہ ہوتے۔ اس طرح کوئی صحابی بھی رسول اللہ ﷺ کی جمیع احادیث مبارکہ کا احاطہ فرمانے والا نہ تھا۔ کوئی نہ کوئی حدیث مبارک تو ہر صحابی کے سماع کرنے سے رہ جاتی تھی' اسی طرح آپ کے کئی افعال و معمولات ایسے تھے کہ جنکو کرتے ہوئے صحابہ نے آپ کو نہیں دیکھا تھا۔ اس پر ایک واضح ترین دلیل یہ ہے کہ خلفاء راشدین جو رسول اللہ ﷺ کے اقوال و افعال اور احوال سے سب سے زیادہ علم اور واقفیت رکھنے والے تھے۔ آپ کے ان خاص قریبی صحابہ کرام سے بھی بعض مسائل اوجھل رہ جاتے تھے اور وہ حضرات ان امور اور مسائل پر مطلع اور آگاہ نہ ہوسکے۔ ہم چند مثالیں ذکر کرتے ہیں کہ خاص الخاص صحابہ کرام بعض احادیث سے آگاہ نہ ہوسکے۔

پہلی مثال:۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو سفر اور حضر میں آپ کے رفیق رہے بلکہ غالب اوقات میں آپ کی معیت میں رہے حتیٰ کہ رات کو بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلمانوں کے معاملات اور مسائل میں گفتگو ہوتی مگر بایں ہمہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں ان سے جدّہ (نانی، دادی) کے لئے حصہ وارثت کا مسئلہ دریافت کیا جاتا ہے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ (**مَالَکِ فی کتابِ الله مِن شیءٍ، وَمَا عَلِمتُ لَکِ فِي سُنَّةِ رسولِ الله صلی الله علیه وسلم من شیءٍ**) اللہ کی کتاب میں تیرے لئے کچھ ہے نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں میرے علم میں تیرے لئے کچھ ہے چنانچہ پھر آپ لوگوں سے اس بارے میں جب پوچھتے ہیں تو حضرت مغیرہ بن شعبہ اور محمد بن مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں حضرات گواہی دیتے ہیں کہ بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (جدّہ) کو سُدُس (یعنی چھٹا حصہ) (1/6) وراثت سے دینے کا حکم فرمایا ہے۔ جس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جدّہ کے لئے اس کے مطابق فیصلہ فرمایا۔

اب سوچئے حضرت مغیرہ بن شعبہ اور محمد بن مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی زیادہ قرب اور تعلق نہیں رکھتے تھے۔ مگر وہ دونوں اس حدیث پر مطلع تھے اور حضرت ابوبکر باوجود اتنے قرب اور تعلق کے اور سفر و حضر کی رفاقت و معیت کے اور شب و روز خدمت اقدس میں حاضر رہنے کے اس حدیث پر مطلع نہ ہوئے کہ جو ان دنوں حضرات کو معلوم ہے اور اس واقعہ کے بعد پھر تمام امت اسلامیہ کا بالاتفاق اسی پر عمل کرنا قرار پایا۔

دوسری مثال:۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم میں (اوّلاً) یہ حدیث نہیں تھی کہ عورت اپنے شوہر کی دیت سے حصہ پاتی ہے بلکہ ان کی رائے مبارک یہ تھی کہ دیت (مقتول کے) عاقلہ (عصبہ برادری) کے لئے ہے تا آنکہ حضرت ضحاک بن سفیان (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بعض دیہاتوں پر افسر مقرر تھے) نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ رسول اکرم صلی اللہ وسلم نے اُشیم ضبابی کی بیوی کو اسکے شوہر کی دیت سے وارثت میں حصہ دلوایا تھا۔ اس خبر کے بعد حضرت فاروق اعظم نے اپنی سابق رائے کو ترک کر دیا اور فرمایا اگر ہم یہ خبر اور حدیث نہ سنتے تو اس کے خلاف فیصلہ کر دیتے۔

نیز حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم میں اولاً یہ نہیں تھا کہ دیت کے سلسلہ میں مجوس کے لئے کیا حکم ہے؟ حتیٰ کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو یہ خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''**سنوا بھم سنة اھل الکتاب**'' مجوس کے لئے بھی وہی دستور ہے جو اہل کتاب کے لئے ہے۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم میں اولاً یہ نہیں تھا کہ آدمی کسی شخص

کے گھر جائے تو صاحب خانہ سے اجازت طلب کرنے کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسنون طریق کار کیا بتایا ہوا ہے؟ حتیٰ کہ جب حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو اس طریقہ استئذ ان کی حدیث بیان کی تو آپ نے اس پر بعض انصار سے شہادت اور گواہی لے کر اسکو قبول کیا۔

اسی طرح طاعون زدہ علاقہ میں داخل ہونے کے حکم کے متعلق آپ کے علم میں فرمان رسول نہ تھا یہاں تک کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے آپ کو بتایا۔ امام مسلم نے صحیح مسلم میں اس واقع کے متعلق طویل حدیث نقل کی ہے۔ اسی طرح انگلیوں کی دیت کے متعلق آپ کو حدیث کے حکم کا علم نہ تھا اور آپ انگلیوں کی منفعت میں تفاوت کے پیش نظر منافع کے تفاوت کے لحاظ سے ان کی مختلف دیت کا فیصلہ فرماتے۔ یہاں تک کہ جب آپ تک اس سلسلہ میں حدیث پہنچی تو آپ نے اپنی پہلی رائے بدل لی۔

حضرت سعید بن میتب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انگوٹھا کی دیت پندرہ اونٹ۔ انگشت شہادت کی دس اونٹ اور درمیانی انگلی کی دس اونٹ اور بنصر کی نو اونٹ اور چھوٹی انگلی (خنصر) کی چھ اونٹ کا فیصلہ فرمایا۔ یہاں تک کہ جب آپ کو آل عمرو بن حزم والوں کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان لکھا ہوا ملا کہ "فی کل اصبع عشر من الابل" (حدیث حسن اخرجہ الشافعی فی المسند والرسالتہ والنسائی ۸/ ۵۶/ مسلم الثبوت ۲/ ۳۳۱)

تیسری مثال:۔ خلیفہ ثالث حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہلے اس حدیث کے متعلق اطلاع نہ تھی کہ جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے تو وہ عورت عدت وفات اپنے شوہر ہی کے گھر گزارے گی یہاں تک کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن فریعہ بنت مالک نے اپنے متعلق حدیث بیان کی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی پیروی کی اور اس کے مطابق فیصلہ فرمایا۔ امام مالک روایت کرتے ہیں:۔

زینب بنت کعب بن عجرہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت فریعہ بنت مالک بن سنان جو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمشیرہ تھیں وہ روایت کرتی ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں اور آپ سے یہ سوال کیا کہ وہ بنو خدرہ میں اپنے خاندان میں جاسکتی ہیں؟ کیونکہ ان کے شوہر اپنے چند بھاگے ہوئے غلاموں کو ڈھونڈنے گئے تھے حتی کہ جب وہ قدوم کے راستہ میں پہنچے تو انہوں نے ان غلاموں کو جالیا سو ان غلاموں نے ان کے شوہر کو قتل کر دیا۔ وہ کہتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھا کہ آیا میں بنو خدرہ میں اپنے میکہ میں جاسکتی ہوں تاکہ وہاں عدت وفات گزاروں کیونکہ میرے خاوند نے اپنی ملکیت میں کوئی مکان چھوڑا ہے نہ نفقہ وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

ہاں۔ پھر کہا کہ جب میں واپسی ہوئی حتیٰ کہ میں (ابھی) حجرہ میں تھی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آواز دی یا مجھے کسی سے آواز دے کر بلوایا۔ آپ نے پوچھا تم نے کیا کہا تھا؟

میں نے آپ کی خدمت میں پھر اپنے خاوند کا واقعہ دہرایا آپ نے سن کر فرمایا تم اپنے گھر میں ٹھہری رہو۔ یہاں تک کہ تمہاری عدت پوری ہو جائے وہ کہتی ہیں کہ میں نے چار ماہ دس دن عدت گزاری، جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور خلافت تھا تو انہوں نے مجھ سے اس کے متعلق سوال کیا میں نے یہ حدیث بیان کی تو انہوں نے اس حدیث کی پیروی کی اور اس کے مطابق فیصلہ کیا۔ (موطا امام مالک ص ۵۳۱ مطبوعہ مجتبائی لاہور/سنن ابوداؤد ج اص ۳۱۵) جامع ترمذی ص ۱۹۳، سنن نسائی ج ۲ ص ۱۱۶، سنن ابن ماجہ ص ۱۴۶۔......)

چوتھی مثال:۔ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مفوضہ (یعنی جس عورت کا مہر مقرر نہ تھا اور دخول سے پہلے اس کا شوہر فوت ہو جائے) کے متعلق یہ فتویٰ دیتے تھے کہ اس کے لیے مہر نہیں ہے اور حضرت علی کو اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث جو آپ نے بروع بنت واشق رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں ارشاد فرمائی تھی نہیں پہنچی تھی۔

اور اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مفوضہ مذکورہ کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے متعلق اولاً مطلع نہیں تھے حتیٰ کہ حضرت معقل بن یسار نے انہیں اس فیصلہ سے مطلع کیا۔ امام نسائی روایت کرتے ہیں۔

حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کچھ لوگ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہمارے ایک آدمی نے ایک عورت سے نکاح کیا تھا اور اس کا کوئی مہر مقرر نہیں کیا اور وہ شخص اپنی منکوحہ سے صحبت کرنے سے پہلے ہی فوت ہو گیا (اس کے لیے کیا حکم ہے) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایسا مشکل مسئلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال فرمانے کے بعد سے آج تک کسی شخص نے ہم سے نہیں پوچھا لہٰذا تم کسی اور صاحب کے پاس جاؤ۔ بہر حال ان لوگوں نے مہینہ بھر آپ کا پیچھا نہیں چھوڑا اور برابر آپ کی خدمت میں اس کیس کے سلسلہ میں آتے رہے اور آخر کہنے لگے آپ ہی بتائیں ہم آپ کے علاوہ کس سے پوچھیں؟ اور کدھر جائیں؟ کیونکہ اس شہر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کوئی دوسرے آپ سے بزرگ موجود نہیں ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا:۔اب میں اپنی رائے اور قیاس زور سے بیان کروں گا اگر تو درست اور صواب ہوا تو اللہ وحدہ لاشریک کی طرف سے ہے اور اگر درست نہ ہو تو پھر یہ میرا قصور ہوگا اور شیطان کی طرف سے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم دونوں خطا اور غلطی کے عیب سے پاک اور بری ہیں۔میری رائے اور دانست کے مطابق اس عورت کے لیے مہر مثل ہے یعنی اسے اتنا مہر دینا چاہیے جتنا اس طرح کی دوسری عورتوں کا ہے اس میں کمی ہو نہ زیادتی۔اور اس عورت کے لیے میراث بھی ہے اور اس نے عدت وفات چار ماہ دس دن گزارنا ہوگی۔دوسری روایت میں یہ سن کر حضرت معقل بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گواہی دی اور فرمایا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بروع بنت واشق کے حق میں اسی طرح فیصلہ فرماتے ہوئے سنا تھا۔اور اسی روایت میں آگے یہ ہے کہ آپ نے کہا کچھ لوگوں نے اشجع سے یہ مسئلہ سنا ہے۔پھر سب لوگ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے ایسا فیصلہ فرمایا جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری قوم کی ایک کے حق میں فرمایا تھا۔اس عورت کا نام بروع بنت واشق تھا۔

حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو کبھی اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی اس وقت ہوئی سوائے اس دن کے جب انہوں نے اسلام قبول کیا۔(کیونکہ ان کی رائے اور قیاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے موافق ہوگئی) اور دوسری روایت میں ہے کہ یہ بات سن کر حضرت عبداللہ بن مسعود نے اپنے ہاتھ بلند کئے اور اللہ اکبر کہا کہ آپ کا قیاس کرنا اور فیصلہ کرنا درست نکلا۔ (سنن نسائی ج ۲)

بعض احادیث پر بعض حضرات کے مطلع نہ ہو سکنے کا سبب؟

اور اس پر ایک بڑی واضح دلیل وہ ہے جس کو امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں۔ابن مسیب نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ بہت احادیث بیان کرتے ہیں اور اللہ ہی حساب لینے والا ہے لوگ کہتے ہیں کہ کیا وجہ ہے کہ مہاجرین اور انصار ابو ہریرہ کی طرح احادیث بیان نہیں کرتے؟

میں تم کو اسکی وجہ بیان کرتا ہوں' میرے انصار بھائیوں کو انکی کھیتی باڑی کا کام مشغول رکھتا ہے اور مہاجرین بھائیوں کو بازار کی خرید وفروخت مصروف رکھتی ہے اور میں پیٹ بھرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتا ہوں' جب وہ ہوتے تو میں حاضر ہوتا تھا اور جن باتوں کو وہ

بھول جاتے میں یاد رکھتا تھا۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کون شخص اپنا کپڑا بچھائے گا تاکہ میری اس حدیث کو یاد رکھے' پھر اس کپڑے کو سینے سے لگالے تو پھر وہ شخص کبھی کوئی بات نہیں بھولے گا۔ پھر میں نے چادر بچھادی' پھر اس کے بعد میں آج تک حضور کی بیان کی ہوئی کوئی حدیث نہیں بھولا اور اگر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یہ آیتیں نازل نہ کی ہوتیں تو میں کبھی کوئی حدیث بیان نہ کرتا۔ وہ آیتیں یہ ہیں:

ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینت والهدی من بعد مابیناه للناس فی الکتب اولئک یلعنهم الله ویلعنهم اللعنون ٥ الاالذین تابوا واصلحوا وبینوا فاولئک اتوب علیهم ج و انا التواب الرحیم ٥ (سورہ البقرہ:۱۵۹۔۱۶۰)

ترجمہ:۔ بیشک وہ جو ہماری اتاری ہوئی روشن باتوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں بعد اس کے کہ لوگوں کے لئے ہم اسے کتاب میں واضح فرما چکے ان پر اللہ کی لعنت ہے اور لعنت کرنیوالوں کی لعنت مگر وہ جو توبہ کریں اور سنواریں اور ظاہر کریں تو میں ان کی توبہ قبول فرماؤں گا اور میں ہی ہوں بڑا توبہ قبول فرمانے والا مہربان۔

یہ ظاہر حقیقت اور امر مسلم فقط صحابہ پر ہی مقصور و منحصر نہیں بلکہ تابعین میں اور ان کے بعد بھی ذائع و شائع رہا خصوصاً ہم جانتے ہیں کہ صحابہ کرام دنیا کے اطراف و اکناف مختلف ممالک میں پھیل گئے اور مختلف شہروں کو انہوں نے اپنا وطن بنالیا اور ہر ایک نے جو حدیثیں سن رکھی تھیں ان کو لوگوں سے بیان کیا اور دوسروں کے پاس وہ احادیث نہ تھیں۔

ولقد قال الامام مالک عند ما اراد أبو جعفر المنصور أن یحمل الناس علی الموطا (اما حمل الناس علی الموطا فلیس لی إلی ذلک سبیل لأن اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم افتر قوابعده فی الامة فحدثوا' فعندأهل کل مصر علم' وقد قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اختلاف امتی رحمة (تاریخ الفقہ الاسلامی ڈکتور محمد یوسف موسیٰ (۲) علامہ سیوطی۔ الجامع الصغیر (۳) نصر مقدسی۔ الحجۃ مسلم شریف جلد ۷ کتاب العلم ص۔۳۸۵)

خلیفہ ابو جعفر منصور نے جب یہ کہا کہ ہمارا ارادہ ہے کہ ہم موطا کی حکومتی سطح پر اشاعت کر کے سرکاری حکم کے ذریعہ لوگوں کو ایک مسلک پر اکٹھا کرنے کے لئے آمادہ کریں جس طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مصحف پر سب کو جمع کرنے کا اہتمام فرمایا تھا تو امام مالک نے اس ارادہ

کے جواب میں ارشاد فرمایا تھا کہ رہا یہ مسئلہ کہ لوگوں کو حکماً موطا امام مالک پر عمل کرنے کے لئے آمادہ کیا جائے اور انہیں ایک مسلک پر اکٹھا ہونے پر اتفاق و اتحاد کے لئے برانگیختہ کیا جائے تو میرے نزدیک اس کا کوئی جواز نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ کے وصال کے بعد امت میں پھیل گئے اور انہوں نے ہر شہر اور ہر ملک میں آپ کی احادیث پہنچادی ہیں تو ہر شہر اور علاقہ والوں کے پاس جو احادیث کا علم ہوگا وہ اس پر عمل کریں اس میں یُسر اور آسانی ہوگی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ''اختلاف امتی رحمة'' میری امت کا (فروعات میں) اختلاف باعث رحمت ہے۔

خلاصہ کلام:۔ غرضیکہ اس واضح سبب یعنی حدیث پر مطلع اور آگاہ نہ ہونے کے واضح اور ظاہر تفاوت کے پائے جانے کا بہتر بڑا اثر اور کردار ہے بکثرت مسائل فقہیہ میں اختلاف کے پائے جانے کا۔ ان مختلف فیہ مسائل فقہیہ میں سے چند مسائل کا ہم یہاں ذکر کریں گے۔

پہلا مسئلہ:۔ حاملہ بیوہ کی عدت میں اختلاف کا بیان:۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس اور بعض دوسرے حضرات اس عورت کی عدت کے بارے میں جس کا شوہر فوت ہو جائے اس حال میں کہ وہ عورت حاملہ ہو یہ فتویٰ دیتے تھے کہ اسکی عدت دو عدتوں (عدت وفات اور عدت حمل) میں نسبتاً لمبی عدت ہے۔ اور یہ حضرات قرآن مجید کی مذکورہ ذیل دو آیتوں کے عموم سے استدلال کرتے پہلی آیت یہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(والذين يتوفون منكم ويذرون أزواجاً يتربصن بأنفسهن أربعة أشهر وعشراً)

تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں تو ان کی بیویاں چار ماہ دس دن عدت گزاریں...... یہ آیت **(وأولات الاحمال اجلهن أن يضعن حملهن)** حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل تک ہے۔ یہ آیت بھی عام ہے کہ عورت بیوہ ہو یا مطلقہ اسکی عدت وضع حمل تک ہے۔ اور جو عورت بیوہ بھی ہو اور حاملہ بھی اسکی عدت کیا ہوگی؟ وضع حمل ہوگی یا چار ماہ دس دن؟ یہ دونوں آیتیں اس میں متعارض ہیں اس لئے یہاں سنت کی طرف رجوع کرنا ہوگا اور سنت یہ ہے کہ حضرت سبیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا جو بیوہ بھی تھیں اور حاملہ بھی اور خاوند کی وفات کے چند روز بعد ان کے ہاں بچہ ہو گیا تھا آپ نے وضع حمل کے بعد ان کو نکاح کی اجازت دے دی' اس سے معلوم ہوا کہ چار ماہ دس دن والی آیت غیر حاملہ کے ساتھ خاص ہے اور جس آیت میں حاملہ کی عدت کو وضع حمل تک بتایا ہے وہ اپنے عموم پر ہے خواہ وہ حاملہ عورت بیوہ ہو یا مطلقہ اسکی عدت وضع حمل ہے۔ (شرح مسلم نووی ج۔۱' ص۔۴۸۶)

ظاہر ہے کہ دونوں آیتیں تعارض کی وجہ سے عموم پر نہیں رہ سکتی تھیں اب کس آیت میں تخصیص کی جائے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی بیان کر سکتے ہیں' کیونکہ وہی شناسائے رمز الوہیت ہیں۔

ان حضرات کو اس وقت تک حضرت سبیعہ اسلمیہ والی یہ حدیث نہیں پہنچی تھی۔ امام مسلم روایت کرتے ہیں:

سلیمان بن یسار کہتے ہیں کہ ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے اس مسئلہ میں گفتگو کر رہے تھے کہ اگر کسی عورت کے شوہر کی وفات کے چند روز بعد اسکے ہاں بچہ ہو جائے تو آیا اسکی عدت پوری ہو گئی یا نہیں؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا اسکی عدت وہ مدت ہے جو دو مدتوں (عدت وفات اور وضع حمل کا زمانہ) میں نسبتاً زیادہ ہو۔ اور ابو سلمہ کہہ رہے تھے کہ وضع حمل کے بعد اسکی عدت پوری ہو جاتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس تنازع میں اپنے بھتیجے ابو سلمہ کے ساتھ ہوں پھر انہوں نے حضرت ابن عباس کے غلام کریب کو ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس یہ مسئلہ دریافت کرنے کے لئے بھیجا کریب نے آ کر یہ بتلایا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ فرمایا ہے کہ:

حضرت سبیعہ اسلمیہ کو اپنے شوہر کی وفات کے چند روز بعد نفاس آ گیا (یعنی ان کا حمل وضع ہو گیا) انہوں نے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے انہیں نکاح کرنے کی اجازت دے دی۔ (صحیح مسلم شریف کتاب الطلاق)

دوسری روایت میں ہے۔

حضرت سبیعہ اسلمیہ حضرت سعد بن خولہ عامری بدری کے نکاح میں تھیں حجۃ الوداع میں انکا انتقال ہو گیا اس وقت یہ حاملہ تھیں اور ان کی وفات کے چند دنوں بعد وضع حمل ہو گیا۔ نفاس سے پاک ہونے کے بعد انہوں نے منگنی کرنے والوں کے لئے بناؤ سنگار کیا' اسی اثناء میں ان کے پاس بنو عبدالدار کے قبیلہ سے ابو السنابل بن بعکک نام کے ایک شخص آئے اور کہنے لگے: تم نے بناؤ سنگار کیوں کیا ہے؟ شاید تم نکاح کرنے کا ارادہ کر رہی ہو! قسم بخدا! تم نکاح نہیں کر سکتیں جب تک تمہارے چار ماہ دس دن پورے نہ ہو جائیں سبیعہ کہتی ہیں جب حضرت ابو السنابل نے یہ کہا تو اپنے کپڑے سنبھال کر شام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ سے میں نے یہ مسئلہ دریافت کیا' آپ نے فرمایا' جیسے تیرا حمل وضع ہوا تیری عدت پوری ہو گئی اور فرمایا: اگر تو چاہے تو دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔

ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ اگر وضع حمل ہوتے ہی کوئی عورت دوسرا نکاح کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے خواہ اس وقت اس کا خون جاری ہو' البتہ اس کا شوہر پاک ہونے سے پہلے اس سے

مقاربت نہیں کرسکتا۔ (صحیح مسلم کتاب الطلاق)

صحیح بخاری میں بھی یہ حدیث ہے' حضرت مسور بن مخرمہ بیان کرتے ہیں۔ حضرت سبیعہ اسلمیہ کے ہاں انکے شوہر کی وفات کے چند راتوں بعد بچہ ہوگیا' پھر وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نکاح ثانی کے لئے اجازت طلب کرنے حاضر ہوئیں آپ نے ان کو اجازت دے دی تو انہوں نے نکاح کرلیا۔ (صحیح بخاری ۶/۱۸۲......۶/۶۸ ایضاً)

دوسرا مسئلہ: غسل میں چوٹیوں کے کھولنے کا کیا حکم ہے؟

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ عورتوں کو حیض' نفاس یا جنابت کے غسل کے لئے سر کے بالوں کو کھول کر دھونے کا حکم دیتے تھے حتیٰ کہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے۔ حضرت ابن عمر کو اس سلسلے میں سنت کی اطلاع نہیں پہنچی تھی اور وہ حدیث پر عدم آگہی کی بناء پر ایسا حکم دیتے تھے ورنہ اگر ان کو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا والی احادیث پہنچی ہوتیں تو وہ اس پر عمل کراتے اور عورتوں کو حیض و نفاس یا جنابت کے غسل میں مینڈھیوں کو اور چوٹیوں کو کھول کر دھونے کا امر نہ دیتے۔ وہ احادیث حسب ذیل ہیں۔

(۱) امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنے سر پر کس کر مینڈھیاں باندھتی ہوں۔ کیا میں غسل جنابت کے لئے انہیں کھول لیا کروں۔ آپ نے ﷺ فرمایا نہیں تمہارے لئے سر پر صرف تین چلو پانی بہالینا کافی ہے۔ پھر فرمایا اپنے تمام بدن پر پانی بہالینا تو تم پاک ہو۔ (صحیح مسلم کتاب الطہارۃ ج۔۱)

(۲) عبید بن عمر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عبداللہ بن عمر عورتوں کو غسل کے وقت مینڈھیاں کھولنے کا حکم دیتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا عبداللہ بن عمر پر تعجب ہے کہ وہ عورتوں کو غسل کے وقت مینڈھیاں کھولنے کا حکم دیتے ہیں وہ عورتوں کو سر منڈانے کا حکم کیوں نہیں دے دیتے۔ حالانکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرتی تھی اور اپنے بالوں پر صرف تین بار پانی ڈالتی تھی۔

ایک تعارض اور اسکا جواب:

صحیح بخاری شریف کی روایت میں خود حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کے وقت مجھے بال کھول کر دھونے کا حکم دیا اس حدیث میں (وانقض رائسک) کے الفاظ ہیں (رواہ البخاری فی باب نقض المرأۃ شعرھا عندغسل المحیض)۔

تو ان دونوں روایتوں میں جمع اور تطبیق کے لئے خصوصاً حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دونوں حدیثوں کے درمیان تطبیق کے لئے علماء نے فرمایا کہ یہ امر استحباب پر معمول ہے۔
(دیکھئے فتح الباری ج۔ص۔۲۸۶)

مثال نمبر۔۳: عدم آ گہی پر حدیث نبوی ﷺ:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے یہ تھی کہ جس شخص نے موزے پہن رکھے ہوں وہ جب تک موزے پہنے رکھے وضو کے وقت ان پر مسح کرتا رہے اس کے لئے کوئی مدت معین نہیں الاّ یہ کہ وہ اگر موزوں کو اتارتا ہے تو پھر مسح کی مدت ختم ہو جائے گی اور سلف متقدمین کی ایک جماعت بھی آپ کی اتباع میں اسی کی قائل ہے۔ان حضرات کو موزوں پر مسح کی مدت کی تعین اور تحدید کے سلسلہ میں وارد احادیث نہیں پہنچی تھیں۔ان میں سے ایک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث اور حضرت عوف بن مالک اشجعی کی حدیث ہے جو امام مسلم اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں۔

حضرت شریح بن ھانی بیان کرتے ہیں: میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس حاضر ہوا اور آپ سے موزوں پر مسح کرنے کی مدت پوچھی' آپ نے فرمایا علی بن ابی طالب کے پاس جاؤ اور ان سے یہ مسئلہ پوچھو کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اکثر سفر میں رہا کرتے تھے۔ ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کے لئے تین دن اور تین راتوں کی' اور مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات کی مدت مقرر فرمائی ہے۔

دوسری روایت کے الفاظ ہیں۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔
''الت علیّا فانہ اعلم بذلک منی''۔علی کے پاس جاؤ کیونکہ وہ اس مسئلہ کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔

امام احمد اور دار قطنی دونوں نے حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ بیشک نبی صلی اللہ علیم وسلم نے غزوہ تبوک کے موقع پر موزوں پر مسح کرنے کا حکم (مسافر کے لئے) تین دن اور تین راتوں تک اور مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات کا حکم فرمایا۔

نوٹ:۔ امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک مسح کی مدت حدیث شریف کے مطابق مسافر کے لئے تین دن اور تین راتیں اور مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات ہے۔ البتہ امام مالک کے نزدیک مسح کے لئے کوئی مدت متعین نہیں ہے جب تک اس پر غسل فرض نہ ہو وہ موزہ پر مسح کرسکتا ہے۔

مثال نمبر۔۴: ربوٰ الفضل کے جواز سے رجوع:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے ربا الفضل (ایک جنس کی چیزوں میں دست بدست زیادتی کے عوض بیع) کو پہلے جائز سمجھتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے یہ حدیث سنی تھی کہ ''انما الربوٰ فی النسیئة'' صرف ادھار میں سود ہے' اس سے حضرت ابن عباس نے یہ نتیجہ نکالا کہ نقد بیع میں زیادتی اور تفاضل سود نہیں ہے اس پر وہ فتویٰ دیتے تھے کہ ایک درہم کی دو درہم کے عوض بیع اگر نقد ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن جب انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ربا الفضل کے بارے میں صریح ممانعت کی روایت سن لی تو انہوں نے اپنے فتویٰ سے رجوع کر لیا۔ (یہ بے نفس لوگ تھے سوائے للٰہیت کے ان کے دلوں میں اور کچھ نہیں تھا)۔ اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ امام حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے رجوع کے واقعہ کو بیان کیا ہے۔

امام حاکم نیشاپوری اپنی سند کے ساتھ ابومجلز سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوسعید خدری نے حضرت ابن عباس سے کہا اے ابن عباس! کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے کب تک لوگوں کو سود کھلاتے رہو گے؟ کیا تم کو یہ حدیث نہیں پہنچی۔ پھر انہوں نے کھجوروں کی زیادتی سے بیع والی حدیث جسکو امام مسلم نے کتاب المساقاۃ میں ذکر کیا بیان کی۔ (دیکھئے حدیث نمبر۔۵۔۷۔۳۹)

اس حدیث کو سننے کے بعد حضرت ابن عباس نے فرمایا۔

''قال ابن عباس جزاک اللہ یا اباسعید الجنة فانک ذکرتنی امرا کنت نسیته استغفر اللہ و اتوب الیه فکان ینهی عنه بعد ذلک اشد النهی هذاحدیث صحیح الاسناد'' (المستدرک للحاکم ج۔۲' ص۔۴۳)

حضرت ابن عباس نے فرمایا اے ابوسعید! اللہ تعالیٰ تم کو جزاء میں جنت عطا فرمائے' تم نے مجھ کو ایک ایسی چیز یاد دلائی ہے جس کو میں بھول چکا تھا' پھر اس کے بعد حضرت ابن عباس بہت شدت کے ساتھ ربا الفضل سے منع کرتے تھے۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

حالت جنابت میں اگر فجر ہو جائے تو روزہ کا حکم کیا ہوگا؟

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے تھے کہ جو شخص جنبی حالت میں صبح اٹھے اس کا روزہ نہیں ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہ کو اس وقت تک اس بارے میں حدیث نبوی نہیں پہنچی تھی اور عدم الاطلاع علی الحدیث کیوجہ سے ایسا فرماتے تھے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں:

ترجمہ حدیث:۔ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر یہ فتویٰ پوچھا اور اس وقت میں بھی دروازے کی اوٹ سے سن رہی تھی۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! میں نماز کے وقت اس حال میں اٹھتا ہوں کہ میں جنبی ہوتا ہوں کیا میں اس وقت روزہ رکھ سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا میں بھی (بعض اوقات) نماز کے وقت اٹھتا ہوں درانحالیکہ میں جنبی ہوتا ہوں! میں روزہ رکھ لیتا ہوں۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہماری مثل کب ہیں۔ تحقیق اللہ نے آپ کے سبب آپ کے اگلوں پچھلوں کے ذنوب بخش ڈالے۔ آپ نے فرمایا قسم اللہ کی مجھے امید ہے کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور جن چیزوں سے بچنا چاہیے ان کا سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہوں۔ (مسلم شریف ج ۱ ص ۳۵۳ ابوداؤد، امام احمد نے بھی روایت کیا) حضرت ابو ہریرہ کو اس وقت تک یہ حدیث بھی نہیں پہنچی تھی جس کو حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ بیان کرتی ہیں :۔

امام بخاری اور امام مسلم روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بغیر احتلام کے حالت جنابت میں رمضان میں صبح کو اٹھتے پھر غسل کر کے روزے کی نیت کر لیتے (مسلم کتاب الصیام) مروی ہے حضرت ابو ہریرہؓ کو جب حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ دونوں کی روایت پہنچی تو انہوں نے اپنی سابق رائے سے رجوع کر لیا تھا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں:۔ **"ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصبح جنبا مِن جماع غیر احتلام ثم یصوم فی رمضان۔"**

بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں صبح اٹھتے درانحالیکہ آپ جماع سے جنبی ہوتے نہ کہ احتلام سے اور آپ روزے کی نیت کر لیتے تھے۔

ابوبکر کہتے ہیں کہ مروان نے انہیں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہ پوچھنے کیلئے بھیجا جو شخص

حالت جنابت میں صبح کو اٹھے' آیا وہ روزہ رکھ سکتا ہے؟

انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو اٹھتے دراں حالیکہ آپ جماع سے جنبی ہوتے تھے نہ کہ احتلام سے پھر آپ کچھ کھاتے پیتے نہیں تھے اور نہ (اس) روزے کی قضا کرتے تھے۔ (یعنی روزہ رکھ لیتے تھے)۔ (مسلم شریف کتاب الصیام)۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عبدالملک بن ابی بکر بن عبدالرحمٰن ابوبکر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی روایت میں بیان کرتے تھے کہ جو شخص جنبی حالت میں میں صبح اٹھے وہ روزہ نہ رکھے میں نے اس کا اپنے والد عبدالرحمٰن بن حارث سے ذکر کیا انہوں نے اس کا انکار کیا۔ پھر میں اور عبدالرحمٰن' حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئے۔ عبدالرحمٰن نے ان سے مسئلہ پوچھا: ان دونوں نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم بغیر احتلام کے حالت جنابت میں صبح اٹھتے اور روزے کی نیت کر لیتے' ابوبکر کہتے ہیں پھر ہم مروان کے پاس گئے اور اس سے اس بات کا ذکر کیا مروان نے کہا میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تم ضرور ابو ہریرہ کے پاس جاؤ اور ان کے قول کی تردید کرو' ہم ابو ہریرہ کے پاس گئے اور اس موقع پر راوی ابوبکر بھی تھے۔ عبدالرحمٰن نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ماجرا بیان کیا حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا: کیا ان دونوں نے یہ فرمایا ہے؟ عبدالرحمٰن نے کہا ہے ہاں! حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا وہ دونوں اس بات کو زیادہ جانتی ہیں' پھر حضرت ابو ہریرہ نے کہا میں نے یہ قول فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا تھا۔ پھر حضرت ابو ہریرہؓ نے اس قول سے رجوع کر لیا۔'' ابن جریج کہتے ہیں میں نے عبدالملک سے پوچھا کیا ان دونوں نے رمضان کے روزے کے بارے میں یہ حدیث بیان کی تھی؟ انہوں نے کہا آپؐ بغیر احتلام کے حالت میں جنابت میں صبح اٹھتے اور روزہ کی نیت کر لیتے۔ (مسلم کتاب الصیام)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے حضرت فضل بن عباس سے سن کر یہ روایت کرتے تھے جو شخص حالت جنابت میں صبح اٹھے وہ روزہ نہ رکھے۔ لیکن جب انہوں نے حضرت عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ روایت سنی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالت جنابت میں صبح اٹھتے اور روزے کی نیت کر لیتے تھے تو انہوں نے حضرت فضل بن عباس کی روایت سے رجوع کر لیا کیونکہ اس چیز کو ازواج مطہرات زیادہ جانتی تھیں۔ علاوہ ازیں حضرت عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت قرآن مجید کے مطابق ہے کیونکہ قرآن مجید میں طلوع فجر تک کھانے پینے اور عمل ازدواج کی اجازت ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"فالأن باشروهن وابتغوا ماكتب الله لكم وكلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الا بيض من الخيط الاسود من الفجر"۔(بقرہ:۱۸۷)

اب اپنی بیویوں سے عمل ازدواج کرو اور اللہ نے تمہارے لیے جو اولاد مقدر کر دی ہے اس کو طلب کرو اور کھاتے پیتے رہو۔حتی کہ سفید دھاگہ کالے دھاگے سے ممتاز ہو جائے (یعنی فجر ہو جائے)"

اور جب طلوع فجر تک عمل ازدواج میں مشغول رہنا جائز ہوا تو حالت جنابت میں روزے کی نیت کرنا بھی جائز ہو گیا۔

احرام سے پہلے بدن پر خوشبو لگانے کا بیان

عدم اطلاع علی الحدیث کی ایک مثال یہ بھی ہے۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ احرام میں داخل ہونے کا ارادہ کرنے والے شخص کو احرام سے پہلے خوشبو لگانے سے منع کرتے تھے اور اسی طرح جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنے کے بعد مکہ کی طرف رجوع سے پہلے بھی' آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر کا موقف بھی یہی تھا۔ان دونوں حضرات کو حضرت ام المومنین عائشہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وہ حدیث نہیں پہنچی تھی جو امام مالک اور امام مسلم روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں۔

"عن عائشه رضى الله تعالىٰ عنها قالت كنت أُطيبُ رسول الله صلى الله عليه وسلم لا حرامه قبل ان يحرم ولحله قبل ان يطوف بالبيت"۔(صحیح مسلم کتاب الحج)

میں احرام کیوجہ سے نبی کریم اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاتھ سے خوشبو لگایا کرتی تھی اور جب آپ طواف بیت اللہ سے پہلے احرام کھولتے۔

حضرت زید بن ثابت یہ کہتے تھے کہ طواف وداع سے پہلے عورت واپس نہیں لوٹے گی ان کا کہنا یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص بیت اللہ کا طواف کیے بغیر نہ لوٹے حضرت زید عورت کو بھی اس نہی اور ممانعت میں داخل جانتے تھے۔

حضرت زید بن ثابت کو یہ حدیث نہیں پہنچی تھی جس میں حیض والی عورتوں کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔بہرحال جب حضرت زید نے یہ حدیث سنی تو اپنے قول سابق سے رجوع کر لیا۔وہ حدیث یہ ہے حضرت ابن عباس نے بیان فرمایا کہ لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ آخر میں بیت اللہ کا طواف کریں البتہ حائضہ عورت کو اس سے مستثنیٰ رکھا ہے۔(مسلم کتاب الحج) امام مسلم روایت کرتے ہیں۔

عن طاؤوس قال كنت مع ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنه قال زيد بن ثابت

رضی الله تعالی عنه اتفتی ان تصدر الحائض قبل انی یکون اخر عهدها بالبیت فقال له ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما امالا: فسل فلانة الأ نصارية هل امرها بذلک النبی صلی الله علیه وسلم؟ قال فرجع زید بن ثابت ای ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما یضحک وهو یقول: ما اراک الا قد صدقت.

(الرسالۃ ۴۴۴)(مسلم کتاب الحج)

- حضرت طاؤس کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا' حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا! کیا آپ یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ حائضہ عورت طواف وداع سے پہلے مکہ سے جا سکتی ہے؟ حضرت ابن عباس نے کہا اگر آپ کو میرے فتویٰ پر یقین نہیں ہے۔ فلاں انصاری عورت سے پوچھ لیجئے کہ آیا اس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا تھا یا نہیں؟ حضرت زید بن ثابت' حضرت ابن عباس کے پاس سے ہنستے ہوئے واپس ہوئے اور فرمایا مجھے یقین ہے کہ آپ سچ فرماتے ہیں۔

(جاری ہے)

عمدہ لکھائی ——— بہترین چھپائی
مسودہ دیجئے ——— کتاب لیجئے
جمیل برادرز
نا ظم آباد، کراچی

مبلغ اسلام حضرت علامہ سید سعادت علی قادری کی خوبصورت کاوش
یاایھاالذین آمنوا ....
تفسیر آیات کا ایک نیا اسلوب
ناشر۔ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور۔ کراچی